ڈاکٹر عارف حسین
وزٹنگ فیکلٹی، وفاقی اُردو یونیورسٹی آف آرٹس، سائنس و ٹیکنالوجی، اسلام آباد
ڈاکٹر شاذیہ اکبر
سینئر ماہرِ مضمون اردو، گورنمنٹ قائدِ اعظم اکیڈمی فار ایجوکیشنل ڈویلپمنٹ اسلام آباد

اطلاعیات میں اُردو کمپوزکاری کی اہمیت: ایک جائزہ

Abstract:
Information technology has assumed a unique position in the present era. Its necessity and importance in all spheres of life cannot be denied. Therefore, information technology is fundamental in terms of language development. The main reason for this is that the scholar doing research on any topic has direct contact with it. As one has to go through the stages of composing and formatting to publish one's research, thus Urdu composition has become an important topic in communications, but more research is needed on this topic. As soon as we do research on it, it will become easier for us in this field and the paths of research will be paved. Therefore, the above-mentioned subject is not only an important subject, but it is in accordance with the requirements of the modern age, on which there is a definite need for research.
Key words: Information technology , Urdu composing , Language Development , Egypt theory , Importance of composing

اُردو اطلاعیات (Urdu Informatics) کمپیوٹر میں اُردو کے استعمال سے متعلق ایک تفصیلی بحث ہے جس میں اُردو کے حروف تہجی، ان کے فانٹ اور ڈیزائن وغیرہ کے متعلق تمام تر معلومات کو جمع کر کے اُردو تحریر کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ اُردو اطلاعیات میں کمپیوٹری لسانیات سے متعلق بحث کی جاتی ہے اور اُردو میں لسانیات کی آمد اور ترسیل کے بارے میں بھی وضاحت کی جاتی ہے۔ ایک وقت تھا کہ کمپیوٹر کے حوالے سے اُردو اطلاعیات کا تصور ایک خواب لگتا تھا مگر مسلسل تحقیق و جستجو نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ یہ خواب ایک حقیقت کا رُوپ بھی دھار سکتا ہے۔ انسان پتھر کے ابتدائی دور سے لے کر آج کے جدید دور تک ہمیشہ اپنی زندگی کو آسان، سہل، خوبصورت، اس میں بہتری اور ترقی کی جانب سفر پر گامزن رہا ہے۔ وقت اور حالات کے ساتھ اس

نے اپنی محنت اور مسلسل کوشش کے بعد بہت سی ایسی ایجادات کی ہیں جن کے باعث وہ جدید ٹیکنالوجی کے دور میں داخل ہو چکا ہے اور یہ ترقی کا دور کہلاتا ہے۔ اس دور کی ایجادات کا اگر بہ نظر غائر جائزہ لیا جائے تو کمپیوٹر ہی وہ واحد ایجاد ہے جو اس دور کی جدید اور مفید ترین ایجادات میں سے ایک ہے۔

جس قدر برق رفتاری کے ساتھ کمپیوٹر کے ذریعے بڑے بڑے کام دیکھتے ہی دیکھتے مہینوں، دنوں، گھنٹوں اور سکینڈوں میں انجام دیے جا رہے ہیں، کمپیوٹر کی ایجاد سے پہلے یہ سب کام ہمیں ایک خواب لگتے تھے۔ کمپیوٹر کا لفظ ''Compute'' سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے حساب لگانا یا گننا۔ بنیادی طور پر کمپیوٹر ایک ایسی ہی حساب لگانے والی مشین ہے۔ کمپیوٹر کی اگر جامع تعریف کی جائے تو ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ''کمپیوٹر ایک ایسی برقی /الیکٹرانک (Electronic) مشین ہے جس کی مدد سے انسان کی دی ہوئی ہدایات (Input) کے ذریعے مطلوبہ نتائج (Output) حاصل کیے جاتے ہیں۔ اس لیے ہم مختصراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ کمپیوٹر ایک الیکٹرانک ڈیٹا پروسیسنگ مشین ہے۔ ''قومی انگریزی اُردو لغت'' میں کمپیوٹ اور کمپیوٹر کی تعریف کچھ اس طرح سے کی گئی ہے:

> ''حساب لگانا؛ حساب کرنا؛ گننا؛ شمار کرنا؛ حساب لگا کر طے کرنا؛ تخمینہ لگانا؛ جوڑنا؛ بچارنا۔ (فعل لازم) کمپیوٹر یا حسابی مشین سے معلوم ہونا۔ (اسم) حساب؛ شمار؛ گنتی؛ تخمین؛ تخمینہ۔ کمپیوٹر؛ شمار ندہ: ایک برقیاتی آلہ جو حساب کے سوال اور پیچیدہ شماریاتی مسئلے، مقررہ اور پروگرامی ہدایات کے مطابق آسانی سے حل کر لیتا ہے، پھر ان حسابات کے نتائج یا تو ظاہر کر دیتا ہے یا اپنے پاس محفوظ کر لیتا ہے؛ حساب کار؛ وہ جو حساب لگائے؛ شمار کرنے والا؛ تخمینہ کرنے والا؛ گنتی کرنے والا؛ کیلکولیٹر''۔ (۱)

کمپیوٹر صرف معلومات ہی مہیا نہیں کرتا بلکہ ہمارے لیے بہت سی آسانیاں بھی فراہم کرتا ہے۔ کمپیوٹر کے ابتدائی دور میں اسے صرف حساب و کتاب کے مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اُردو میں اسے حاسب کی اصطلاح کے طور پر بھی رواج دینے کی کوشش کی گئی مگر 'کمپیوٹر' ہی زبان زد عام رہا۔ اس لیے آج کمپیوٹر ہماری زندگی کا لازمی حصّہ اور جزو بن چکا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آنے والے برسوں میں کمپیوٹر کا علم نہ رکھنے والے شخص کو اَن پڑھ تصور کیا جائے گا۔ اس لیے کہ موجودہ دور میں بہت سے علوم کے بارے میں آگاہی ہمیں کمپیوٹر کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے۔ روایتی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہر پڑھے لکھے انسان کے لیے کمپیوٹر کا علم حاصل کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کمپیوٹر نے حقیقتاً انسانی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ لہٰذا اس سے نہ صرف حساب کتاب میں آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں بلکہ اس کو استعمال میں لاتے ہوئے ہم

ضروری اور اہم دستاویزات کی تیاری کے ساتھ ساتھ طباعت و اشاعت کی دنیا میں بھی بہت سے اہم کاموں کو سہل اور آسان بنا رہے ہیں۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی سہولت کے باعث دنیا سمٹ کر ایک عالمی گاؤں (گلوبل ولیج) بن کر رہ گئی ہے۔ آپ خواہ دنیا کے کسی بھی کونے میں بستے ہوں۔ آپ اپنے گھر بیٹھ کر پوری دنیا سے معلومات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کی سیر کر سکتے ہیں اور اپنی محدود معلومات میں بے پناہ اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہم دیکھ رہے ہیں کہ کمپیوٹر کی مدد سے دنیا میں انسانی زندگی کو سہل بنانے کے ساتھ بہت سی انقلابی تبدیلیاں بھی آئی ہیں۔ کمپیوٹر ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے انسان نے اتنی ترقی کی ہے کہ روبوٹ تک تیار کر لیا ہے جو کم خرچ میں زیادہ کام کر کے انسانی زندگی پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ اسی طرح زبان کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو اس میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا بہت بڑا دخل ہے کیونکہ کسی ایک خطے یا علاقے کی زبان کو کسی دوسرے خطے یا علاقے تک پہنچانے کے لیے کمپیوٹر کا سہارا لیا جاتا ہے۔ اس لیے موجودہ دور میں کسی زبان کو زندہ رکھنے اور عالمی زبان بنانے کے لیے کمپیوٹر ایک لازم و ملزوم جزو کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ ڈاکٹر عطش درانی نے اس حوالے سے ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ:

> ''مستقبل میں صرف وہی زبانیں اپنے وجود کو برقرار رکھ سکیں گی جو کمپیوٹر کی زبان بن کر ٹیکنالوجی کے میدان میں تحقیق و تدریس کو فروغ دیں گی''۔ (۲)

مغربی ممالک میں کمپیوٹر کے فروغ اور ترقی کے لیے نت نئے تجربات کرتے ہوئے بہت سے شعبوں میں کمپیوٹر ٹیکنالوجی کو متعارف کرایا گیا ہے۔ یہ سب تجربات بہت حد تک کامیاب بھی رہے لیکن اُردو دنیا کی تیسری بڑی زبان ہونے کے باوجود اطلاعیات کے حوالے سے اس پر بہت کم کام کیا گیا، جس کے نتیجے میں ہمیں جو کمی محسوس کرنا پڑی وہ یہ ہے کہ جدید ٹیکنالوجی ہم تک بہت دیر سے پہنچی جبکہ دیگر زبانوں کے تحقیق کاروں نے اس سہولت کو بہت پہلے حاصل کر لیا اور کمپیوٹر ٹیکنالوجی کو اپنے ہاں فروغ دینے میں ہم سے پہلے کامیاب ہو گئے۔ انھی مسائل کو توحید احمد نے اپنی کتاب ''اطلاعیات: کمپیوٹری انقلاب پر گفتگو'' میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ''انقلابی ایجاد کا جو اثر علم اور معلوماتی وسائل پر ہو رہا ہے (جسے ہم اطلاعیات کہیں گے) اس کی بحث اب تک اُردو بان میں غیر موجود ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ اطلاعیات کے میدان میں تحلیل اور تعلیق کے لیے اُردو میں ابھی تک ذخیرہ الفاظ مفقود ہے''۔ (۳)

جہاں تک ہماری قومی زبان اُردو کا تعلق ہے تو ہم بلاشبہ یہ بات کہہ سکتے ہیں اُردو کی ترقی اطلاعیات کی ترقی کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب تک ہم اسے اطلاعیات یا انفارمیشن ٹیکنالوجی کی زبان نہیں بنائیں گے اس وقت تک اُردو زبان ویسی ترقی نہیں کر سکے گی جس طرح دوسری زبانوں نے اطلاعیات کے میدان میں کی ہے۔ اُردو زبان کا مستقبل محفوظ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اطلاعیات کے شعبے میں اُردو کو فروغ دیا جائے اور اطلاعیات میں استعمال کے لیے زیادہ سے زیادہ اُردو کی اصطلاحات بنائی جائیں تاکہ آنے والے دنوں میں یہ کمی محسوس نہ ہو کہ اُردو زبان کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی زبان بننے کی اہل نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں ثابت کرنا ہوگا کہ اُردو زبان میں وہ تمام تر صلاحیتیں اور گنجائشیں موجود ہیں جو ایک عالمی زبان میں ہونی چاہییں۔ ڈاکٹر عطش درانی اطلاعیات اور قومی زبان کے بارے میں ایک مستند رائے رکھتے ہیں۔ وہ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

> ''اُردو کا مستقبل اُردو اطلاعیات سے ہی وابستہ ہے۔ اُردو اطلاعیات کا اوّلین مقصد اُردو میں تحقیق و ترویج کو فروغ دینا ہے تاکہ اُردو کے بارے میں ہماری اس تمام تگ دو کا مدعا اُردو کے مستقبل کو محفوظ بنانا ہے تاکہ آنے والی نسلیں یہ سوال نہ اُٹھا سکیں کہ ہمارے فنون لطیفہ اور ثقافت کی علم بردار زبان کو قومی زبان بنانے کے لیے ہمارے لیے عملی اقدامات کیوں نہیں کیے گئے''۔ (۴)

اُردو اطلاعیات کو سب سے پہلے ادارۂ فروغِ قومی زبان (مقتدرہ قومی زبان) میں ۱۹۹۸ء میں متعارف کرایا گیا۔ اطلاعیات کے میدان میں اُردو زبان پر زیادہ سے زیادہ تحقیق کر کے اسے کارآمد اور معیاری بناتے ہوئے اطلاعیات کے شعبہ میں ہونے والی تحقیق کو آگے بڑھایا گیا۔ چنانچہ اُردو زبان کا کمپیوٹر کے لیے کلیدی تختہ بنانے کے بعد مرکز فضیلت برائے اُردو اطلاعیات کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں کمپیوٹر پر اُردو اور مقامی زبانوں کی ترقی کے حوالے سے کام کرتے ہوئے اُردو کی معیار بندی کے تمام متعلقہ اُمور کی تحقیقی اور ترقیاتی سرگرمیوں کے لیے کام کیا گیا۔ پاکستان میں اُردو کو سرکاری طور پر دفتری، عدالتی اور قومی زبان کی حیثیت سے تمام اداروں میں نافذ کرنے اور حکومتی اداروں میں اُردو معیار بندی اور علمی معاونت میں تحقیق و ترقی کے فریضے کو انجام دیتے ہوئے مختصر المدتی اور طویل المدتی منصوبے کے لیے ذرائع مہیا کرنے کے لیے مقتدرہ قومی زبان میں یہ شعبہ قائم کیا گیا۔ اس منصوبے کے تحت نستعلیق فانٹ، کمپیوٹر گرائمر اور مشینی ترجمہ کاری جیسے سافٹ ویئر تیار کرنے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تعلیم کے لیے یونیورسٹیوں کی سطح پر اطلاعیات کے میدان میں تحقیق کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کیا گیا۔ علاوہ ازیں اُردو اطلاعیات پر تحقیق کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی تھا کہ مستقبل میں وہی زبانیں معاشرے

میں اپنے وجود کو برقرار رکھ سکیں گی جو کمپیوٹر کی زبان بن کر ٹیکنالوجی کا حصّہ بنتے ہوئے تحقیق وتدریس کے لیے استعمال کی جائیں گی۔

لہٰذا اسی تحقیق کی بدولت آج دنیا بھر میں اُردو اطلاعیات کی بنیادیں وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط ہوتی چلی جارہی ہیں۔ اُردو زبان کے حوالے سے یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ اُردو کا مستقبل ''اُردو اطلاعیات'' سے ہی وابستہ ہے۔ ہمارے ہاں تحقیق میں اُردو انفارمیشن سائنس اور کمپیوٹر سائنس کو ملا کر جو نئی اصطلاح بنائی گئی ہے وہ ''اُردو اطلاعیات'' ہے۔ یہی اصطلاح کمپیوٹر پر اُردو زبان کے فروغ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے میدان میں تحقیق کے لیے نئی راہیں متعین کررہی ہے، جس کے باعث اُردو مکمل طور پر کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی زبان بن کر سامنے آچکی ہے۔ یہی وہ تحقیق ہوگی جو خیال سے معنی تک کے سفر کے لیے معاون ثابت ہوگی، جس کے نتیجے میں بننے والے ذخیرۂ الفاظ کا تمام تعلیمی میدانوں اور شعبوں میں استعمال ممکن ہوسکے گا۔ جہاں یہ تحقیق انفارمیشن ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھ سکے گی وہیں ادب سے تعلق رکھنے والے شعبے اور افراد کے لیے بھی کارآمد ثابت ہوتے ہوئے نئی راہیں متعین کرے گی۔ علمی دنیا کے لیے گو کہ اُردو اطلاعیات ایک نئی اصطلاح ہے۔ لیکن اس کی بہت سی شاخیں پہلے سے موجود ہیں اور کچھ نئی شاخیں بھی وجود میں آچکی ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام شعبوں میں شامل بھی ہورہی ہیں جو اُردو اطلاعیات کے حوالے سے زیر بحث لائی جارہی ہیں۔ لہٰذا اُردو اطلاعیات پر تحقیق کے باعث تحقیق وترویج کے کام آگے بڑھ رہے ہیں۔ کمپیوٹر کے بہت سے ادارے جیسا کہ مائیکروسافٹ، آئی بی اے اور یونی کوڈ وغیرہ اُردو اطلاعیات کے کاموں کو آگے بڑھانے کے لیے اپنی تحقیقات کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

جہاں تک اُردو اطلاعیات میں تحقیق اور ترقی کا تعلق ہے تو آنے والے دنوں میں ''اُردو اطلاعیات'' محققین اور اسکالرز کے لیے ایک نیا پلیٹ فارم ثابت ہوگا، جہاں اُردو اطلاعیات کے موضوعات پر تعلیم دیتے ہوئے اس میدان میں تحقیق کی راہیں ہموار کی جائیں گی تاکہ کمپیوٹر کی زبان کو مکمل طور پر اُردو میں منتقل کرتے ہوئے دیگر ترقی یافتہ زبانوں کے برابر لایا جاسکے۔ اس حوالے سے قرۃ العین اپنے مضمون ''اُردو اطلاعیات'' میں لکھتی ہیں:

> ''اُردو اطلاعیات کا اولین مقصد اُردو میں تحقیق وترویج کو فروغ دینا ہے تاکہ اُردو زبان کے بارے میں ہماری اس تمام تگ ودو کا مدعا اُردو کا مستقبل کے محفوظ بنانا ہو اور یہ کہ ہماری آیندہ آنے والی نسلیں ایک دوسرے سے یہ سوال نہ کرسکیں کہ اتنے صاحب علم لوگوں

میں سے کوئی ایک بھی ایسا بصیرت والا نہ تھا جو کم از کم ہمارے فنونِ لطیفہ اور ثقافت کی علم بردار زبان کو ہمارے لیے محفوظ کرنے کے لیے عملی اقدامات کر سکتا''۔ (۵)

مذکور بحث سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ اُردو اطلاعیات کے حوالے سے تحقیق کا میدان کس قدر وسیع ہے جب کہ اس شعبہ پر کام بہت کم کیا گیا۔ اب وقت کے ساتھ ساتھ اِس میدان میں زیادہ سے زیادہ تحقیق کی جا رہی ہے جس سے مستقبل میں بھی اُردو اطلاعیات پر تحقیق کی راہیں روشن ہوں گی۔

کمپوزکاری کا بنیادی تعلق تحریر سے ہے اور اس کے بنیادی مباحث کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو انسان آج تک اس تحقیق میں کامیاب نہیں ہو سکا کہ انسان نے لکھنا کب شروع کیا؟ اس کے بارے میں کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی البتہ ایک بات تحقیق شدہ ہے کہ لکھنے کے لیے جو بنیادی اور اہم ضرورت ہے وہ علامات ہیں۔ علامات کے بغیر کسی بھی تحریر کے وجود کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ خواہ دنیا کی کوئی بھی زبان ہو اس کو علامات کے بغیر لکھنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خط ابلاغ کا بہت اہم اور ضروری ذریعہ ہے اگر خط کا وجود نہ ہوتا تو ہمارا ابلاغ کس حد تک متاثر ہوتا یہ تصور ہم خود کر سکتے ہیں۔ اس حوالے سے سید احمد رام پوری لکھتے ہیں:

''اگر خط نہ ہوتا تو سخن زندگانی کا کچھ علم نہ ہوتا''۔ (۶)

کمپوزکاری کے موضوع کو دو بنیادی نظریات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے نظریے کے مطابق اگر مذہبی حوالے سے اسکالروں کے نظریات کا جائزہ لیا جائے تو یہ راز ہمارے سامنے آتا ہے کہ لکھنے کے لیے ابجد یا علامات حضرت آدم علیہ السلام پر منکشف ہوئی تھیں اور یہ سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام تک چلتا رہا۔ لہٰذا تاریخی حوالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس وقت حروف مختلف آوازوں کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ اس طرح یہ تحقیق ہمارے سامنے آتی ہے کہ اس دنیا کے وجود میں آنے سے حروف ابجد کا وجود بھی ظہور پذیر ہو چکا تھا۔ اس نظریے کو سامنے رکھتے ہوئے اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات بھی اس نظریے کی تقویت کا باعث ہے کہ آسمانی کتب کا ظہور بھی لکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نظریے کو تقویت دینے کے لیے یہ بات بھی کافی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام وہ پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے لکھنے کے لیے قلم، خیاطی کے فروغ کے لیے سوئی اور ملکی دفاع کے لیے فوج بھی تیار کر رکھی تھی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر ستیہ پال آنند اپنے ایک مضمون میں اس طرح رقم طراز ہیں:

''اسلام اساطیری مذہب نہیں ہے تو بھی ''آئین اکبری'' میں علامہ ابوالفضل کے الفاظ میں ''بعض پرانی کتابوں میں خط عبری حضرت آدم صفی اللہ سے منسوب کیا گیا ہے اور ایک گروہ نے اس خط کو حضرت ادریس علیہ السلام سے نسبت دی ہے۔ رومن حروف بجنسہ وہ ابجد نہیں ہے جو زمانہ قبل از مسیح روم میں رائج تھا۔ یورپ کے مختلف ممالک میں اس رسم الخط میں حسبِ ضرورت مقامی تلفظ اور صوتیات کی نازک ترین اکائیوں کے پیش نظر تبدیلیاں رونما ہوتی رہی ہیں''۔(۷)

دوسرا نظریہ سائنسی ہے جس کے تحت انسان نے اپنی ضروریات کے تحت زندگی میں آسانیاں پیدا کرنے کی غرض سے رسم الخط ایجاد کیا۔ اس نظریہ کی تصدیق کے لیے ہزاروں سال قبل گزشتہ اقوام کے تاریخی کتبوں کو حوالہ بنایا جاسکتا ہے۔ ان کتبوں کو حوالہ بناتے ہوئے ڈاکٹر اعجاز راہی نے بھی اس نظریے کی تائید میں کچھ اس طرح بتایا ہے:

''پھر یکایک کنواں کھودتے ہوئے، نہر نکالتے ہوئے، کسی بڑی عمارت کے لیے بنیادیں اٹھاتے ہوئے یا جنگل میں بکریاں چراتے ہوئے محض ایک تختی کسی کے ہاتھ لگ جاتی ہے جس پر اُلٹے سیدھے نشان یا تصویریں کندہ ہوتی ہیں۔ تختی (حسنِ اتفاق سے) مختلف ہاتھوں سے ہوتی ہوئی اسکالرز (ماہرین آثار و بشریت) تک پہنچ جاتی ہے اور پھر اچانک جوش سے بھرپور آواز اُبھرتی ہے۔ ایک ہزار سالہ تہذیب، پانچ لاکھ سالہ تہذیب اور پھر اُن تہذیبوں کی آواز میں سامی تہذیب، سومیری تہذیب، اکادی تہذیب، آشوری تہذیب، مصری، عبرانی، بابلی اور بے شمار تہذیبیں اُبھرنے لگتی ہیں۔ چھوٹی سی تختی جس پر الٹے سیدھے خط یا ٹیڑھی میڑھی تصویریں نظر آتی ہیں، دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں سالہ تہذیب انسانی کا انکشاف بن جاتی ہے۔ تختی کی عبارت اور مفہوم دنیا بھر میں بحث کا موجب بن جاتا ہے اور بڑے بڑے ماہرین آثار، ماہرین عمرانیات، ماہرین بشریت اور ماہرین لسانیات سر جوڑ کر تہذیبوں کے عروج و زوال کی کڑیاں جوڑنے لگتے ہیں''۔(۸)

ابتدا میں انسان نے جب تصویری خط کو ذریعۂ اظہار بنایا تو تحریر کو صوری صورت دی گئی اور انسان نے کہانیوں کا بیان بھی تصویروں کے ذریعے کیا اور تصویروں نے ہی انسان کی بصری معاونت کی۔ یہ تصویریں کسی نہ کسی مقصد یا مفہوم کو ظاہر کرتی تھیں۔ یہی اظہار تصویری خط کی ابتدائی شکل تھی کیونکہ انسان کو جس چیز یا علامت کا

اظہار کرنا مقصود ہوتا اُس کی تصویر بنائی جاتی تھی۔ اس مقصد کے لیے مناظرِ فطرت کو بھی اظہار کا ذریعہ بنایا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ تصویری خط ایک فن کی شکل اختیار کر گیا۔ ہم تحریری اعتبار سے تحریر کو مختلف مراحل میں تقسیم کر سکتے ہیں:

> ''پہلا مرحلہ تصویری خط کا ہے۔ اس میں تصویروں کے ذریعے خیال ظاہر کیا جاتا تھا اور ان تصویروں کی تعداد ۷۰۰ ۳ کے قریب تھی۔ بعد میں مرحلہ وار یہ تصویریں کم ہوتی گئیں۔ ایرک کے دور میں دو ہزار اور شرویک کی الواح میں یہ تعداد آٹھ سو رہ گئی''۔ (۹)

تصویری خط کی بہت سی نشانیاں قدیم آثار کی کھدائیوں کے دوران برآمد ہوئی ہیں جیسے قدیم عراقی شہر کی کھدائی سے بعض لوحیں برآمد ہوئی ہیں جو لمبی ہیں۔ ایک لوح پر قیدیوں کو قتل ہوتا دکھایا گیا ہے۔ ایک لوح میں مویشیوں کے ریوڑ دکھائے گئے ہیں۔ ایک میں کسی پروہت نے مذہبی تاج پہن رکھا ہے۔ ایک میں چھوٹی چھوٹی تصویروں کے ذریعے کوئی عبارت تحریر ہے۔ ایک لوح میں بیل کا سر، ایک مرتبان کی شکل اور کئی قسم کی بھیڑیں بنی ہوئی ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ کے مطابق یہ سب الواح ۳۵۰۰ ق م کے دور کی ہیں۔ یہ فن سمیری قوم نے ایجاد کیا جو عراق کے جنوب میں آباد تھی، ان میں یہ فن بہت مقبول ہوا۔ اس فن کے آغاز میں تو اشیاء کی مکمل اشکال بنائی جاتی تھیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان تصویروں کو مختصر کیا جانے لگا۔ مثال کے طور پر اگر بیل کی تصویر بنانی ہوتی تو اس کا صرف منہ اور دو سینگ بنا دیے جاتے تھے۔ پھر زمانے نے کئی ہزار سال تک کا سفر طے کیا اور انسان نے اشیاء کی مکمل اور مختصر اشکال کو ترک کر کے ان کی جگہ علامات کا استعمال شروع کر دیا۔ اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لیے کوئی ایک خاص علامت استعمال کی جانے لگی۔ اس دور کو آئیڈیو گرافی کا دور کہا جاتا ہے۔ اس دور میں اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لیے اشاروں کنایوں سے کام لیا جاتا تھا جیسا کہ:

> ''دوسرا مرحلہ آئیڈیو گرافی کا ہے کہ جس میں مخصوص اشارات کے زاویے بنا کر خیال ظاہر کیا جاتا ہے۔ آج بھی جاپان اور چین وغیرہ میں کم و بیش چند تبدیلیوں کے ساتھ یہی سلسلہ جاری ہے ان ممالک کی زبان میں حروف تہجی نہیں۔ محض آئیڈیو گرافی ہے''۔ (۱۰)

تحریری ابلاغ کا تیسرا طریقہ بولنے کے انداز کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس نظریہ کو ہائرو گرافی کا مرحلہ بھی کہتے ہیں کہ جس طرح ہم اپنے منہ سے کوئی آواز نکالتے ہیں اُسے سننے والا اس آواز کی ادائی کے ساتھ اس کی شکل بناتا ہے۔ پھر اس شکل کو یاد کر لیا جاتا ہے جس کو بعد میں تحریر کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر:

''ہائرو گرافی۔ جس میں بولنے کے انداز کے ساتھ یعنی زبان کی ادائیگی کے مطابق حروف کی تشکیل کی گئی ہے اور یہ انداز ترنم اور گائیکی کے بہت قریب ہے اور موجودہ تحریری ارتقا اسی اصول کے تحت ہے''۔(۱۱)

ابلاغ انسانی زندگی کا وہ اہم جزو ہے جو ابتدا سے ہی انسانی ضرورت رہا ہے۔ اس حوالے سے عطااللہ خان لکھتے ہیں:

''نشانات، علامات اور تصاویر کے بعد اگلا قدم حروف تہجی کا تھا۔ اس سے قبل کی تحریر لسانی عنصر سے مبرا تھی۔ حروفِ تہجی کے بعد تحریریں انسانی اصوات سے ہم آہنگ ہو گئیں، لیکن اس مقام تک پہنچنے کے تمام مراحل کا ہمیں اب تک علم نہیں ہو سکا۔ بہر حال، یہ بات مسلمہ ہے کہ مختلف انسانی تہذیبوں نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق اپنے اپنے طور پر رسم الخط ایجاد کیے جو کثیر التعداد ہیں''۔(۱۲)

اسی نظریے کے حوالے سے اس انداز کو اختیار کرتے ہوئے جب قرآن مجید پر اعراب کا مسئلہ در پیش آیا تو ابو سود نے کاتبوں کو بلایا اور کہا کہ سنو جس طرح میرے منہ سے کوئی آواز نکلے اس پر غور کر کے آپ نے اُس لفظ پر ویسی علامات لگا دینی ہیں۔ اس لیے ان علامات کو علامات ابو سود کہا جاتا ہے:

''جب حروف ادا کرنے میں میرا منہ کھل جائے، تم اس پر ایک گول نقطہ لگا دو۔ جس حرف پر میرے لب دونوں کناروں سے ملے ہوئے دیکھو اور منہ گول کر کے ادا کروں تو تم اس کے آگے (دائیں جانب) ایک نقطہ لگا دو اور جس حرف کے ادا کرنے میں آواز کا رُخ نیچے کی جانب ہو تو اس کے نیچے ایک نقطہ لگا دو۔ کاتب نے اس طور پر عمل کیا''۔(۱۳)

بہر حال فن تحریر کا تصویری انداز قدیم انسان کے ذہنی ارتقا کے عین مطابق تھا۔ مشرق میں جھیل بیکال سے لے کر مغرب میں فرانس تک اور شمال میں سویڈن سے لے کر جنوبی افریقہ کے غاروں تک ہزاروں رنگین اور سادہ تصاویر برآمد ہوئی ہیں جو چالیس پچاس ہزار برس پرانی ہیں۔ ان میں تصویری خط موجود ہے۔ اس حوالے سے بات کرتے ہوئے نذیر احمد ملک لکھتے ہیں:

''فن تحریر کے ماہرین کا خیال ہے کہ لفظی تحریر نے تصویر کشی کے بطن سے جنم لیا ہے لیکن اس کو ثابت کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے تاہم اس مفروضے کو یکسر رد بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس سلسلے میں جو دلیلیں پیش کی جاتی ہیں ان پر باور کیا جا سکتا ہے وہ یوں کہ

اشیا کی تصویر کشی کے پیچھے بلاشک لسانی حد بندیوں سے الگ ہو کر بعض خیالات کی براہِ راست ترسیل کا مقصد کارفرما تھا''۔(۱۴)

وقت گزرنے کے ساتھ تصویری خط نے تصوری خط (Idiography) یعنی خیالی خط کی صورت اختیار کر لی۔ اس خط کی یہ خوبی تھی کہ اس میں حقیقی تصویروں کی بجائے ان کے معنی کو اخذ کیا جاتا تھا۔ موہنجو دڑو سے تصویری خط کے ساتھ تصوری خط کے نمونے بھی دریافت کیے گئے ہیں۔ پھر تصویری اور تصوری خط سے فنیقی اور آرامی خط وجود میں آئے۔ عراق کے شمالی حصّہ کو عکاد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس میں سامی النسل لوگ آباد تھے جو جزیرہ عرب سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے تھے۔ یہاں کا حکمران سارگون اوّل کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے سمیری ریاستوں کو فتح کر کے سامی حکومت بنائی۔ عکاد کے زوال کے بعد بابل کو عروج ملا اور اس کے بادشاہ حمورابی کی حکومت نے عکاد کی حکومت کی جگہ لے لی۔ اس طرح مملکت کا نام عکاد کی بجائے بابل (یعنی خدا کا دروازہ) رکھا گیا۔ یہاں کے لوگ سامی النسل تھے۔

یورپین اسکالروں نے اسے میخی/سمیری خط (Cuneiform) کا نام دیا۔ سمیری قوم نے ہی حروف ابجد کو رواج دیا اور کاغذ نہ ہونے کے باعث تحریروں کو گیلی مٹی پر لکھ کر آگ میں پکایا جاتا اور اسے محفوظ کر لیا جاتا۔ ۳۰۰۰ق م میں حمورابی حکمران نے اس خط کو میخی خط کے نام سے موسوم کیا۔ اس خط نے بابل، نینوا، عراق، ایران اور ایشیا کے علاقوں میں فروغ حاصل کیا۔ اسی خط کو پیکانی بھی کہتے تھے۔ اس کا رواج ۵۳۹ق م تک عام رہا۔ اس کے بعد یہ بتدریج اختتام پذیر ہو گیا۔ بابل کے بادشاہ حمورانے انصاف پر مبنی ضابطہ حمورابی کا اجرا کیا جو ۲۸۲ ضابطۂ قوانین پر مشتمل تھا۔ اس ضابطہ کے مطابق ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، قتل کے بدلے قتل جیسی سزائیں لاگو کی گئی تھیں۔ جس پتھر پر یہ ضابطے تحریر کیے گئے تھے وہ فرانس کے عجائب گھر میں آج بھی محفوظ ہے۔

''الفاظ میں اصل اہمیت معنی کی ہی ہے۔ یہ کہنا درست ہو گا کہ الفاظ اگر جسم ہیں تو 'معانی'' اس کی روح ہیں۔ معنی کے بغیر کسی لفظ کو زندہ نہیں کہا جا سکتا۔ تابع مہمل کی حیثیت سے اصل لفظ کا جزو نظر آنے والا لفظ معنی سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ اصل لفظ کے معنی میں وسعت پیدا کرتا ہے۔ البتہ بغیر اصل لفظ کے وہ مردہ ہے اور اس کا استعمال نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح جیسے بے روح جسم استعمال کے قابل نہیں رہتا''۔(۱۵)

رسم الخط کے حوالے سے مصریوں نے بھی بڑا کام کیا ہے۔ مصر کا نام مصرام کے نام پر رکھا گیا ہے۔ مصریوں نے تصویری خط کا استعمال علامت کے طور پر شروع کیا اور علامت تصویر کی مختصر شکل ہوتی تھی۔ ۳۱۵۰ ق م میں مصر میں لکھنے کا رواج شروع ہو گیا تھا اور قدیم مصری تصویری لکھائی استعمال کرتے تھے۔ پیپرس کی دریافت سے قبل لکڑی، پتھر اور ہاتھی کے دانت پر تحریریں لکھنے کا رواج عام تھا۔ پھر مصریوں نے ہی پیپرس دریافت کیا۔ مصری قوم کا شمار ہیروغلیفی خط کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ اس دور کے پرانے کتبے بھی دریافت ہوئے ہیں جو ہیروغلیفی خط میں ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ اور اسکالروں نے اس خط کو تصویری خط (Hieroglyphics) کا نام دیا ہے۔ سید قدرت نقوی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اُردو رسم الخط اپنی ایک مبسوط تاریخ رکھتا ہے جس کا سلسلہ قدیم مصری تصویری رسم الخط سے ملتا ہے۔ فنیقی، حمیری اور کوفی خط سے اس کا رشتہ ہے، خط کوفی کی مہذب شکل خط نسخ و نستعلیق ہے۔ اسلاف نے اس کی تہذیب و تزئین میں بہت محنتیں کی ہیں۔ اس خط کے ساتھ ہمارے تعلقات تیرہ سو سال سے قائم ہیں اور اسی زمانے سے آج تک اس سلسلے میں محنت ہوتی رہی ہے اور اب بھی ہو رہی ہے۔ اس میں حسن پیدا کرنا شخصی ذوق پر منحصر ہوتا ہے۔ یہ رسم الخط، ذریعہ تحریر ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے ذوق مصوری اور جمالیاتی احساس کی تسکین کا باعث بھی ہے۔ ہماری مقدس عمارتوں کی تزئین کا سامان یہی رسم الخط ہے، جس کو تمام دنیا رشک کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اس کے حسن اور دلآویزی کا اثر اہل عالم کو حیرت میں ڈال دیتا ہے''۔ (۱۶)

اس خط کو سمیری قوم نے بہت عرصہ تک استعمال کیا۔ یہ خط عراق، مصر اور سندھ کی تہذیبوں موہنجوڈرو میں بھی جاری رہا۔ پھر مصر میں مختلف قسم کے بت بنانے کا کام شروع ہوا جن میں دیوی، دیوتاؤں، جانوروں اور پرندوں وغیرہ کے بتوں کے ساتھ ساتھ جنگی ساز و سامان کے نشانات بھی بنائے جاتے تھے۔ رومن اور یونانی قوم بھی خواتین کے خوبصورت مجسمے اور تصاویر بنانے کے ساتھ تصویری حروف اور مصری حروف کی ملی جُلی لکھائی بھی کرتے تھے۔ پھر ہیروغلیفی خط نے مذہبی رہنماؤں کے استعمال کے لیے ہیروطیفی خط کی شکل اختیار کی۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اطلاعیات میں اُردو کمپوزکاری کے حوالے سے سہولیات پیدا کرنے کے لیے اس پر بہت سا کام ہونا ابھی باقی ہے۔ جب تک ہم مزید تحقیق سے اس شعبے میں آنے والی مشکلات اور مسائل کو حل نہیں کریں گے ہم اُردو زبان کو دیگر ترقی یافتہ زبانوں کے برابر لانے سے قاصر رہیں گے۔ لہٰذا اس پہلو پر خصوصی توجہ

کی ضرورت ہے۔ بحیثیت قوم ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی قومی زبان سے محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اس کے لیے عملی اقدامات اُٹھائے جائیں اور ان تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے جو ہماری قوم زبان کی ترقی کا باعث بن سکتے ہوں کیونکہ اس شعبے میں بہت ساکام ہو چکا ہے اور بہت ساکام ہونا ابھی باقی ہے۔ جب تک زبان کو جدید ٹیکنالوجی سے لیس نہیں کیا جائے گا، وہ مستقبل میں جدید چیلنجز کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ اس حوالے سے ماہرین کا بھی یہی خیال ہی کہ مستقبل میں وہی زبانیں زندہ رہ سکیں گی جو جدید ٹیکنالوجی سے لیس ہوں گی اور کمپیوٹر کی زبان بن سکے گی۔ اس لیے ہمیں اُردو کو کمپیوٹر کی زبان بنانے اور اسے اطلاعیات میں فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے جس کے لیے ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر مثبت سوچ پیدا کر کے ہی اس کام کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، مرتبہ، قومی انگریزی اُردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء ص ۳۴۴

۲۔ عطش درانی، ڈاکٹر، مرتبہ، اُردو اطلاعیات (جلد دوم)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء ص ۱۳

۳۔ توحید احمد، اطلاعیات، کمپیوٹری انقلاب پر گفتگو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۱۹۹۷ء، ص ۱۵

۴۔ عطش درانی، ڈاکٹر، مرتبہ، اُردو اطلاعیات (جلد دوم)، ص ۱۵

۵۔ ایضاً، ص ۱۵

۶۔ احمد رام پوری، سید، خط کی کہانی تصویروں کی زبانی، رام پور رضا لائبریری، قلعہ رام پور، یوپی، انڈیا، ۲۰۰۴ء،

۷۔ ستیہ پال آنند، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط کی اہمیت، مشمولہ، قومی زبان، انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی، شمارہ ۲، جلد ۲۹، دسمبر ۲۰۱۵ء، ص ۹

۸۔ اعجاز راہی، ڈاکٹر، تاریخِ خطاطی، ادارہ ثقافت پاکستان، اسلام آباد مئی ۱۹۸۶ء، ص ۱۷

۹۔ خورشید عالم گوہر رقم، مخزنِ خطاطی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۵

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۶

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۷

۱۲۔ عطاءاللہ خان، محمد، اُردو زود نویسی کا ارتقاء مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، ص ۳۱

۱۳۔ احمد رام پوری، سید، خط کی کہانی تصویروں کی زبانی، ص ۵۲

۱۴۔ نذیر احمد ملک، اُردو رسم خط-ارتقا اور جائزہ، الوقار پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۸ء، ص ۳۰

۱۵۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، ادب رنگ، مشمولہ روزنامہ ۹۲ نیوز، جمعۃ المبارک ۵/مارچ ۲۰۱۲ء

۱۶۔ قدرت نقوی، سید، مرتبہ، لسانی مقالات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، جون ۱۹۸۸ء، ص ۱۷۹